www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
اشاعت کا پندرہواں سال
15th year of Publication
The Weekly MUBALLIG
Srinagar Kashmir
سرینگر کشمیر
قیمت صرف 3 روپے

16 مئی تا 29 مئی 2014ء جمعۃ المبارک 16 رجب ۱۴۳۵ھ جلد نمبر: 15 شمارہ نمبر: 18

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

آے تہِ بیٗونٔے گرٛشھو تہِ بیٗونٔے
بُنِس کھوتہٕ نہَ بۆنٔے جان
یۆد وَے آسہِ ووندَس کُنٔے
نَتہٕ زٕنہٕ کھوتہٕ نہَ زیٛونٔے جان

"دُنیا کی طرف آئے بھی اکیلے اور جانا بھی اکیلے اکیلے ہے، یہ اکیلا پن ایسا گراں گزرتا ہے کہ نیچے کی دُنیا ہی میں رہنا۔ اگر دِل اُس کی لاشریکیت کے نور اور عشق سے معمور اور پُرنور نہ ہوگا تو ایسے جینے اور پیدا ہونے سے پیدا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔"

ملّی قیادت کے مطلوبہ اَوصاف اور قائدین

مولانا محمد مجیب الدین قاسمی

قرآن وسنت کی نظر میں اصلاحِ امت، ملت کی رہنمائی اور دینی وملی قیادت کا حقدار وہ شخص ہے جو دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بخوبی انجام دے سکے اور ظاہر ہے کہ ان اُمور کی انجام دہی کے لیے تقویٰ طہارت، پرہیزگاری، علم دین کی جانکاری، اخلاص وللہیت اور ایثار وقربانی جیسے لوازم کا ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ جب تک انسان کو اچھے برے کی تمیز نہ ہو عمل کا جذبہ، بے نفسی اور رضائے الٰہی پیش نظر نہ ہو کوئی بھی اصلاحی کوشش نفع بخش اور بارآور نہیں ہوسکتی، اس لیے قائدین قوم میں ایسی صفات کا ہونا ضروری ہے جس سے ان کی قیادت حقیقی قیادت اور عوامی اعتماد وتائید کے قابل بن سکے، قرآن وحدیث میں قائدینِ ملت اور داعیانِ حق کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان کے تناظر میں عوام اپنے قائد کا انتخاب کرسکیں:

(۱) قائد کے لیے سب سے پہلے پابند شرع ہونا ضروری ہے، یعنی تمام احکام شرعیہ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فکر ہروقت دامن گیر رہے ارشادِ باری ہے الَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (الحج: ۴۱): "یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں"

یہ آیت اگرچہ صحابۂ کرامؓ کے بارے میں نازل ہوئی مگر منشاء خداوندی یہ ہے کہ جس کو اقتدار وحکومت ملے تو دین کی مذکورہ اہم خدمات کو مقدم رکھے، ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جن کو اللہ تعالیٰ ملک وسلطنت عطا فرمادیں، وہ اپنے اقتدار میں دینی سرگرمیوں کو پروان چڑھائیں۔

(۲) ایک مصلح قوم اور رہبر ملت کے لیے حلم وبردباری اور تدبر وفراست سے متصف ہونا بھی ازبس ضروری ہے، قرآن کریم میں داعیانِ قوم کو تلقین کی گئی ہے ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (فصلت: ۳۴) "آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجیے؛ پھر یکایک (آپ دیکھیں گے کہ) آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہوجائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے"۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا جس میں امت بھی ضمناً شامل ہے کہ بدی کا جواب بدی سے دینے میں تو عداوت بڑھتی ہے اور نیکی کرنے سے بشرط سلامت طبع دشمن کی عداوت گھٹتی ہے؛ یہاں تک کہ اکثر تو بالکل ہی عداوت جاتی رہتی ہے اور وہ مثل دوست کے ہوجاتا ہے۔

(۳) قائد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تعریف وتوصیف اور طعن وتشنیع دونوں سے بے نیاز رہے، نہ کسی کی تعریف اسے جادۂ حق سے ہٹا سکے اور نہ ہی ملامت کا اندیشہ اُسے حق کے اعلان اور اس پر عمل آوری سے باز رکھ سکے، قرآن کریم میں ایسے ہی لوگوں کی صفت اس طرح بیان کی گئی ہے وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (المائدۃ: ۵۴) یعنی وہ کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے راستہ میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ مگر حقیقی قائد وہی ہوتا ہے جو اس راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے قبول کرے اور تعریف ومدح ذم وہجو کی پروا کیے بغیر اپنے مشن کو جاری رکھے۔

(۴) قائد کی سب سے اہم اور ضروری صفت ایفائے عہد ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (الاسراء: ۳۴) "عہد کو پورا کیا کرو! بیشک عہد کی قیامت میں باز پرس ہونے والی ہے" مفسرین فرماتے ہیں کہ عہد میں وہ تمام عہد داخل ہیں جو بندہ نے اپنے پروردگار سے کیے ہیں اور وہ بھی جو کسی انسان سے کیے ہیں؛ ہر کوئی جانتا ہے کہ انتخابات کے موقع پر ہر جماعت اور ہر پارٹی کے ذمہ داران کئی کئی وعدے کرتے ہیں، ہزاروں فلاحی ورفاہی اسکیموں کی پیشکش کرکے عوام سے ووٹ طلب کرتے ہیں اور جب قوم کی قیادت کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں تو انہیں اپنا کیا ہوا کوئی وعدہ یاد ہی نہیں رہتا، پہلے تو معصوم عوام کو وعدوں کے لالچ سے اپنا مؤید اور حامی بنالیتے ہیں؛ پھر جب یہی عوام ان کو اپنا قائد اور رہبر تسلیم کرلیتی ہے تو وعدوں کی تکمیل تو دور کی بات کیے ہوئے وعدے بھی یاد نہیں رہتے، یہ وعدے تو صرف ووٹ بینک کو مضبوط کرلینے کے لیے کیے جاتے ہیں اور بس؛ ایسے قائدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو وعدے کریں اس کو پورا بھی کریں؛ کیونکہ اس کے متعلق باز پرس ہوگی، قائدین کو چاہیے کہ وہ صرف وہی وعدے کریں جن کو پورا کرنا ان کے بس میں ہو؛ خواہ مخواہ ووٹ کی زیادتی کی خاطر ہزاروں وعدے کرنے کی کیا ضرورت جس کو پورا نہ کرسکیں اور عنداللہ جوابدہ ہوں۔

(۵) قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ غیر جانبداری سے کام کرے، عدل وانصاف کو اپنی زندگی کا جزءِ لاینفک بنالے تب ہی قیادت کا حق ادا ہوسکتا ہے اس لیے کہ فرقہ پرست عناصر جانبدار قائدین اور لیڈروں کی مدد سے ہی خون خرابہ اور فساد فی الارض پر جری ہوجاتے ہیں اور کھلے عام ایمان سوز اور انسانیت سوز جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، جانبدار قائدین ان فرقہ پرست اور غنڈہ گرد

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں ہےاسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

عناصر کی سرپرستی اور پشت پناہی کریں تو تعاون علی الاثم کے مرتکب ہونگے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیکی اور بھلائی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور ظلم وزیادتی میں باہم تعاون مت کرو وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ: ۲)

اس لیے قائدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہر کام میں غیر جانبداری کو ملحوظ رکھیں اور عدل وانصاف کے ساتھ کام کریں تاکہ فرقہ پرست اور فسطائی طاقتوں کو اُبھرنے کا موقع نہ ملے اور عوام کے جذبات مجروح ہونے سے بچ جائیں۔

ان آیات کی روشنی میں اس بات کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ ملی قیادت شریعت کی نظر میں وہی ہے جو دنیوی اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے نہ ہو بلکہ دینی احکام کی بجا آوری اور شریعت کی بقا وحفاظت کے لیے ہو؛ لیکن زمانہ کی لعنت میں ملی قیادت کا مفہوم کچھ اور ہی ہوگیا ہے، آج ملت کے قائدین میں تقویٰ طہارت، پاکیزگی اور دینی شعور وحمیت کا نام ونشان نہیں، اب قوم کا قائد صرف وہ ہوتا ہے جو شریعت وعقل کو پس پشت ڈال کر قوم کے جذبات کو اپنی منشاء کے مطابق بھڑکاتا رہے اور اسی بنیاد پر قیادت کا سکہ چلاتا رہے؛ ایسے ہی غیر ذمہ دار قائدین کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ جب اُمت کی قیادت فاسقوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی تو مسلسل اس طرح مصائب اور آفتوں کا نزول شروع ہوجائے گا جس طرح تسبیح اور ہار کے دانے دھاگے کے ٹوٹنے کی وجہ سے گرنے شروع ہوجاتے ہیں (مشکوٰۃ: ۴۷۹، باب اشراط الساعۃ)۔

اس وقت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوتی نظر آرہی ہے، آج حکومت کی باگ ڈور ایسے قائدین کے ہاتھوں میں ہے جن میں قیادت کے اوصاف صفر کے درجہ میں ہیں، جو نہ علم کی روشنی کو عام کررہے ہیں نہ اصلاحی کوششوں اور تحریکوں کو پروان چڑھارہے ہیں؛ بلکہ جو رفتار بے ڈھنگی پہلے تھی وہ اب بھی برقرار ہے، اس لیے موجودہ انتخابات کے لیے ہم ایسے قائدین کا انتخاب کریں جن میں شریعت کی پابندی، اخلاق کی پاکیزگی، تعریف وتشنیع سے بے نیازی، عہد ووعدہ کی پاسداری اور غیر جانبداری موجود ہو؛ اگر ایسے قائدین امت کو مل جائیں تو یقیناً قوم کی صحیح خدمت کے ذریعہ حق الخدمت ادا کرسکتے ہیں۔

www.khanqah.in

لوگ کہتے ہیں!

ادارتی نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی ہر رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فتنہ قادیانیت میں پھنسے ہوئے نادان مسلمانوں کا کیا ہوگا؟

علماء کرام اور عمائدین سے گزارشات

مولانا محمد اشرف علی صاحب پنگنور

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں تمہیں کھانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی جیسے لوگ دستر خوان پر ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں، اسی طرح ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس وقت مسلمانوں کا دستر خوان بچھا ہوگا اور مسلمان کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے دستر خوان پر کھانا ہوتا ہے اور بڑی بڑی قومیں مسلمانوں کو کھارہی ہونگی اور دوسری قوموں کو دعوت دے رہی ہونگی کہ آؤ اور مسلمانوں کو کھاؤ (ابوداود)۔ اس حدیث کے مدنظر حالات کا جائزہ لیں تو یہ بات خوب روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دشمنان اسلام، اسلام کے ہر شعبہ کو متاثر کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں، جہاں کہیں ذرہ برابر موقعہ ملتا ہے اس کا پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہے ہیں، تو دوسری طرف عوام کو علماء سے بدظن اور دور کرکے صحابہؓ اور اکابر امت کی بے اعتمادی کو عام کرکے آزاد مزاج بنانے کی کوشش کررہے ہیں، اس سے آگے بڑھ کر اسلام کے عقیدوں کو بھی مسخ کرنے اور اسلام کے ہر عقیدہ کا مقابلہ کرنے کیلئے اسلام اور مسلمان کے نام پر فتنہ قادیانیت کو فروغ دے رہے ہیں، آج ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایمان کے ڈاکو دیہات کے نادان ایمان والوں کے ایمان کو لوٹ رہے ہیں کہ دیہات کے دیہات ان کے قبضہ میں ہوتے جارہے ہیں اور شہروں میں اپنے شیطانی اڈوں کو مسجد کا نام دیکر غریبوں کو احسان کے ذریعہ اور بے دین جدید تعلیم یافتہ حضرات کو دین پر من گھڑت اعتراضات کے ذریعہ ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔

آج تک کوئی شیطانی فریب ایسا نہیں ہے کہ اہل اسلام کے منظّم محنتوں کے باوجود مستحکم اور کامیاب ہوا ہو، مثلاً ہندوستان میں جب انگریز اپنے قدموں کو جما چکا تھا تو اہل وطن خصوصاً علماء کرام بے سروسامانی میں استقامت کے پہاڑ بن کر انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کی کوشش میں جمے رہے آخر انگریز کو بھاگنا پڑا، حضرت انورشاہ کشمیریؒ اور اکابرین امت انگریز ہی کے دور میں قادیانیت کے خلاف مقدمہ لڑتے رہے، آخر اللہ نے کفر کا منہ کالا کیا انگریز کے دور ہی میں (1935) فتنہ قادیانیت پر کفر کا فیصلہ ہوگیا۔

ختم نبوت کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے باقاعدہ صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ روانہ فرمایا اس جنگ میں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی، جن میں حفاظ قرآن بھی تھے (بخاری شریف) ایک صحابی کی جان ساری امت کے جانوں سے افضل ہے اور ان کی ایک سانس ساروں کی زندگی سے قیمتی ہے، ایسی مقدس جماعت اس وقت تک واپس نہیں ہوئی جب تک یہ فتنہ جڑ سے ختم نہ ہوا، فتنہ قادیانیت دراصل فتنہ مسیلمہ کذاب کا نائب ہے اس سے امت کی حفاظت کرنا اور اس فتنہ کو جڑ سے ختم کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے۔ علامہ انورشاہ کشمیریؒ نے فرمایا تحفظ ختم نبوت کی محنت کرنا یہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات کا تحفظ ہے، جس نے ایک گھنٹے کیلئے بھی تحفظ ختم نبوت کی محنت کی اس کو ضرور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

معاملہ جب ارتداد کا آجائے تو ہم کو چاہئے کہ سب متحد ہوکر ارتداد کا مقابلہ کریں، دشمن ہمارا مقابلہ اسلام اور مسلمان کے نام پر کررہا ہے، نہ کہ مسلک اور فرقہ بندی کے نام پر بلکہ ہر مسلمان اس کا نشانہ ہے، ہر لمحہ ہر طرف سے ہر صورت اور ہر موقعہ پر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے سرگرم ہے، حضرت حسین احمد بٹالویؒ (غیر مقلدین کے سربراہ) جب فتنہ قادیانیت سر نکالا تو اختلاف مسلک کے باوجود خود دارالعلوم تشریف لائے اور متحد ہوکر اس فتنہ کو ختم کرنے کی محنت کی، ہم نے

ختم نبوت کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے باقاعدہ صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ روانہ فرمایا اس جنگ میں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی، جن میں حفاظ قرآن بھی تھے (بخاری شریف)

علامہ انورشاہ کشمیریؒ نے فرمایا تحفظ ختم نبوت کی محنت کرنا یہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات کا تحفظ ہے، جس نے ایک گھنٹے کیلئے بھی تحفظ ختم نبوت کی محنت کی اس کو ضرور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

اختلافات کو دشمنی کی شکل دیدیا جس سے حقیقی دشمن کی راہیں ہموار ہو گئیں، نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم عالمی نبی ہیں، فکر عالمی ہے، کام عالمی ہے اور پورا عالم ہمارا میدان ہے، کاش ایسی نازک صورت حال میں ہم سب متحد ہوکر فتنہ قادیانیت (جو کہ فتنہ اُرتداد ہے) کہ خلاف فیصلہ کن قدم اٹھاتے۔

افسوس کہ شہروں کے مساجد تو عالی شان سے عالی شان بنائے جارہے ہیں، پڑوسی غریب علاقے اور دیہات میں سر جھکانے کیلئے نہ چھوٹی مسجد ہے نہ مصلیٰ، نہ امام نہ کلمہ پڑھانے والا، آخر ان کی کون فکر کرے؟ کیا وہ دشمن جو ہماری غفلت کو پاکر ہم کو برباد کرنے کا منتظر ہے! ہم مسلمانوں کے دو یا تین مکانات ہونے کی وجہ سے ان کی فکر نہیں کرتے، وہیں ہمارا دشمن ہمارے ان بھائیوں کے ایمان کو لوٹنے کیلئے اپنا مرزاڑہ (مسجد کی شکل میں) بنانے کیلئے تیار ہے (حالانکہ اس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک نہ ایک دن بھاگنا پڑیگا) اب تو یہ ڈاکو شہروں میں بھی مرزاڑہ بنا کر شہری مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی سازش کررہے ہیں، جس سے زیادہ تر غریب اور بے دین جدید تعلیم یافتہ طبقہ متاثر ہے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ایک ایمان والا سارے جہان سے بہتر ہے، دشمن اس کو جان کر لوٹنے کی کوشش کررہا ہے، ایک مسلمان کا مرتد ہونا ہزار غیر مسلموں کے مسلمان ہونے کے نفع سے زیادہ نقصان کی چیز ہے۔

مسلمان کی ضمیر اور ایمانی غیرت اس بات کو برداشت نہیں کرسکتی کہ دین پر کسی قسم کی آنچ آئے اور ایمان والا گھر و کاروبار میں اطمنان سے رہے، چاہئے تو یہ تھا کہ ایسی بے چینی اور بے قراری ہو کہ ''جان مانگو تو جان دیدیں گے، مال مانگو تو مال دیدیں گے ہم سے یہ نہ ہو سکے گا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جاہ وجلال دیدیں''، ایمانی غیرت اور مسلمان کی نشانی تو یہ ہے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا ''دین مکمل ہوگیا وحی کا سلسلہ بند ہوگیا کیا یہ ممکن ہے کہ دین میں کمی بیشی ہوتی رہے اور میں زندہ رہوں'' حضرت مولانا انورشاہ کشمیریؒ نے تحریک ختم نبوت پر ارشاد فرمایا ''یہ بات ہم پر کھل گئی کہ گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے اگر ہم ختم نبوت کی حفاظت نہ کرسکیں''

ہم ایک مرتبہ باطل کے خلاف متحد ہوجائیں، ہم کسی کا انتظار نہ کریں ہم خود ہر ایک سے دوستی کا ہاتھ بڑھائیں، باطل کی جتنی بھی سازشیں ہیں یہ سب مکڑی کا جالا ہے، اگر ہم اخلاص اور منظّم طریقہ سے قدم اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ باطل کی ہر قوت کو پاش پاش کردے گا اور انشاء اللہ امت مسلمہ ایمان کی حفاظت کے ساتھ دنیا سے جائیگی۔

علماء کرام کی خدمت میں امت کی حفاظت کی مختصر ترتیب

ایک مدرسہ کم از کم 70 دیہات کی نگرانی کی ذمہ داری لے اور اہل خیر حضرات ان کا تعاون فرمائیں تو انشاء اللہ پانچ سال کے اندر اندر تمام فتنوں سے امت کی حفاظت کی جاسکتی ہے، ہم سب اس عالی محنت میں ایک دوسرے کے تعاون سے آگے بڑھنے کی فکر کریں۔

۱) دیہات کی نگرانی) ۲دیہات میں مساجد یا مصلے کا انتظام ۳)ہر دیہات میں بچوں اور بڑوں میں تعلیم کا انتظام ۔ ۴۔عیسائیت اور قادیانیت سے متاثرہ دیہات کی اصلاح کا نظام ۔ ۵۔اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والوں کی تربیت کا نظم ۔۶۔غریب اور نادار لوگوں کی امداد کی صورتیں ۔۷۔مالی امداد ۔۸ بیماروں کا علاج ۔۹ مسلم اور غیر مسلم مخلوط نکاح والوں کو اسلام کی دعوت۔

ملفوظ حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

خواص کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا عمر بھر کے تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ''اشاعت دین سے زیادہ حفاظت دین کی ضرورت ہے، پھر فرمایا بقاء دین وتحفظ دین کی مختلف شکلیں میں نے آزما کر دیکھ لیا مگر امت کے ہر طبقہ کے دینی حفاظت کیلئے مکاتب قرآنیہ کو نہایت مؤثر اور اہم پایا، اس لئے ہمارا ہدف ایک ایک بچہ ہو، گلی گلی میں، دیہات دیہات میں مکاتب کا جال پھیلا دیا جائے۔

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

(۱) دیہات میں جگہ خرید کر چھوٹی سی مسجد یا مصلیٰ (جس کا تخمینہ کم از کم ۴ لاکھ روپئے) بنانا۔ (۲) بورڈ لوانا (جس کا تخمینہ ۵۰ ہزار روپئے)۔ (۳) مکتب کا قیام (جس کا ماہانہ وظیفہ ۲ تا ڈھائی ہزار ہے) (۴) ہر دیہات میں تعلیم بالغان کا انتظام کرنا (جس کا ماہانہ وظیفہ ایک ہزار روپئے) (۵) اپنی زکوۃ کی رقم متاثرہ دیہاتوں میں خرچ کی جائے (کھانے کے اشیاء، کپڑے، شادی بیاہ، غریب نادار حضرات کو وظیفہ، علاج معالجہ، تعلیمی اخراجات وغیرہ) (۶) عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر اپنی قربانیاں ان دیہاتوں میں کروانا تا کہ ان غریب عوام میں ان خدمات کی بنا پر ایمان کی حفاظت ہو، اور ان کو یہ احساس ہو کہ ہمارا ابھی کوئی پرسان حال ہے۔

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

16 مئی 2014 جمعۃ المبارک

موت برحق لیکن کفن میں شک!

موت کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ تمہیں ایک دن موت آئے گی بلکہ فرمایا "تم میں سے ہر ایک کو موت کا مزہ چکھنا ہے"۔ ذائقہ یہ یا تو میٹھا ہوتا ہے یا پھر کڑوا ہوتا ہے، نیک لوگوں کے لئے موت میٹھی ہوگی اور بُرے لوگوں کے لئے سخت کڑوی ہوگی (سبحان اللہ) اس لئے آج اس موت کی تیاری کرنے کا وقت ہے کسی بزرگ نے کیا اچھی بات کہی فرمایا کرتے تھے، اے دوست موت برحق ہے لیکن کفن کے ملنے میں شک ہے، کیا معلوم کس حال میں موت آئے کوئی کفن دینے والا بھی پاس ہو کہ نہ ہو، چنانچہ ہم نے ایک آدمی کی بات سُنی کہ اسے دشمنوں نے قتل کرکے نہر میں پھینک دیا بہت دنوں تک اس کی لاش پانی میں رہی پھول گئی حتی کہ اس کی لاش کو جب نکالا گیا تو شناخت کرنا مشکل تھا، پولیس والوں نے قریبی بستی والوں کے حوالہ کر دیا کہ مسلمان نظر آتا ہے تم اس کا جنازہ پڑھادو چنانچہ بستی والوں نے اسے نہلا تو دیا لیکن ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ ایک لاوارث لاش ہے اس کا کفن خریدنا ہے اسکے کفن میں جو آدمی حصہ ڈالنا چاہے وہ لائے چنانچہ کوئی آدمی دس روپئے لایا کوئی بیس لایا چنانچہ اس کے لئے کفن خریدا گیا اور اس کو دفن کرنے کا انتظام کیا گیا، جب دفن کرنے لگے تو کوئی ایک بندہ بھی نہیں رو رہا تھا، اس لئے کہ کوئی اسے پہچانتا نہیں تھا جب کچھ دنوں کے بعد اس کی حقیقت کھلی تو پتہ چلا کہ وہ ایک علاقہ کا بڑا زمیندار تھا بارہ مربع زمین کا وہ مالک تھا، کروڑوں روپئے اس کے بینک اکاؤنٹ میں تھے دو مختلف بڑے بڑے شہروں میں اس کی کوٹھیاں تھیں، چار اس کے جوان العمر بیٹے تھے کئی کئی ان کے گھر ہیں اور زمینیں ہیں، اس کو کیا پتہ تھا کہ جب اس کی موت آئے گی تو اسی کو چندے کا کفن دیا جائے گا اس لئے کسی نے کہا ہمیں چاہئے کہ آج ہی سے موت کی تیاری کریں یہ اصولی بات یاد رکھئے جس کی زندگی محمود اس کی موت بھی محمود اور جس کی زندگی مذموم اُس کی موت بھی مذموم، اگر ہم نیکی والی زندگی گذاریں گے تو اللہ تعالیٰ نیکوں والی زندگی عطا فرمائیں گے، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک آدمی فاسق و فاجر والی زندگی گذارے اور بایزید بستامی اور جنید بغدادیؒ جیسی موت آجائے ہرگز نہیں ہوسکتا۔

این خیال است و محال است و جنوں

ہمیں آج ہی اپنی زندگی کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے ہم جو گناہ کرتے ہیں ان کو چھوڑنے کی ضرورت ہے موت کی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔

امام غزالیؒ نے ایک عجیب انداز سے یہ بات سمجھائی ہے فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کا بڑا باغ تھا جس کے کئی حصے تھے اس نے ایک آدمی کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھمادی اور کہا کہ میرے باغ میں داخل ہو جاؤ اور بہترین پھلوں سے ٹوکری بھر کر لاؤ، بڑا انعام ملے گا شرط یہ ہے کہ جب اندر سے گذر کر آجاؤ تو تمہیں دوبارہ واپس جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس نے کہا چلو یہ تو کوئی بڑی بات نہیں، وہ لے کر اس ٹوکری کو چل پڑا ایک طرف سے دروازے میں داخل ہوا دیکھا کہ اس کے اندر پھل ہیں مگر پسند نہ آئے، اگلے درجہ میں داخل ہوا یہاں پھل پہلے سے بہتر تھے، سوچنے لگا کچھ توڑلوں کہنے لگا اگلے درجہ سے توڑلوں گا پھل یہاں بھی کچھ بہتر تھے۔ پھر اگلے درجہ میں بہت بہتر تھے اور اس سے اگلے والے درجہ میں بہت ہی بہترین تھے یہاں دل میں خیال آیا کہ اب تو میں کچھ پھل توڑلوں پھر سوچنے لگا آگے سب سے بہتر پھل توڑوں گا، جب اگلے اور آخری درجہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے وہاں پر تو کسی بھی درخت پر پھل نہیں ہیں، افسوس کرنے لگا کہ اے کاش میں نے پہلے درجے سے پھل توڑے ہوتے تو آج میری ٹوکری خالی نہ ہوتی اب میں بادشاہ کو کیا مُنہ دکھاؤں گا، امام غزالیؒ فرماتے ہیں اے دوست! بادشاہ اللہ ربّ العزت کی مثال کے مانند ہے اور انسان جو باغ میں جا رہا ہے وہ تیری مثال ہے۔ اور ٹوکری سے مراد تیرا نامہ اعمال ہے زندگی کی مثال باغ کی مانند ہے اور اسکے مختلف حصے تیری زندگی کے ہر دن کے مانند ہیں۔

اب تجھے ہر دن میں نیکیوں کے پھل توڑنے کا حکم دیا لیکن تو روز سوچتا ہے کہ میں کل سے نیک بن جاؤں گا یعنی اگلے درجہ سے پھل توڑوں گا اگلے درجے سے پھل توڑوں گا تیرا اگلا دن نہ آسکے گا اور تجھے اسی دن اللہ کے حضور جانا پڑے گا۔ سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

جواھر القرآن

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ سورۂ مائدہ ۔ 1

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا، اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا دین بنا کر" (سورۂ مائدہ)

اور قیامت تک کیلئے دُنیا کو ایک ایسا کامل اور مکمل دستور (یعنی شریعت) دے گئے جو ان کے دین اور دنیا کی صلاح اور فلاح کا کفیل ہے اور اس کے حقائق اور دقائق اور اسرار و حکم کو دیکھ کر دنیا حیران ہے قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا حکم شریعت محمدیہ سے معلوم ہوسکتا ہے علماء یہود و نصاریٰ کے پاس کوئی شریعت ہی نہیں جن کو سامنے رکھ کر علماء امت اور فقہائے ملّت کی طرح فتویٰ دے سکیں اس وقت کے نصاریٰ کے پاس صنعت و حرفت اور کاریگری کے علوم و فنون ہیں مگر حکمرانی اور جہانبانی اور عدلِ عمرانی کے متعلق ان کے پاس کوئی آسمانی قانون نہیں ہے کہ جس کی رو سے وہ دنیا میں عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرسکیں، مغربی اقوام کے پاس جو دستور ہے وہ چند اہل فکر کے افکار اور خیالات کا نتیجہ ہے شریعت اسلامیہ کی طرح آسمان سے نازل شدہ کوئی قانون ان کے پاس نہیں۔

علمائے مسیحیین اس بشارت کو روح القدس کے حق میں قرار دیتے ہیں جس کا نزول حضرت مسیح علیہ السّلام کے رفع الی السماء کے ۴۷ یوم بعد حواریین پر ہوا لیکن یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے۔

۱) اسلئے کہ روح کا نازل ہونا حضرت مسیح علیہ السّلام کے جانے پر موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو ہر وقت حضرت مسیح علیہ السّلام کے ساتھ رہتی تھی۔

۲) اور نہ روح نے کسی کو راستی اور عدالت سے ملزم ٹھہرایا اور نہ کسی یہودی کو حضرت مسیح علیہ السّلام پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کبھی سزا دی۔ البتہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مشرکین اور کفار سے جہاد بھی کیا اور یہودیوں کو کافی سزا بھی دی اور ان کو ملزم ٹھہرایا، اسلئے کہ اہل دنیا کو الزام دینا اور ان کی سرزنش کرنا بغیر حکومت کے ممکن نہیں، معلوم ہوا کہ آنے والا فارقلیط اور دوسرا مددگار دنیا کا حاکم اور بادشاہ ہوگا جو مجرموں کی سرزنش کرے گا۔

۳) نیز حضرت مسیح علیہ السّلام کا اس پر ایمان لانے کی تاکید فرمانا بالکل بے محل ہے اسلئے کہ حواریین پیشتر ہی سے روح القدس پر ایمان رکھتے تھے اس کے فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ "جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ"

حضرت مسیح کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود اس کو بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والی شئی کچھ ایسی ہوگی جس کا انکار تم سے بعید نہ ہوگا۔ اگر فارقلیط سے روح مراد ہوتی تو اس کیلئے چنداں اہتمام در تاکید کی ضرورت نہ تھی اسلئے کہ جس کے قلب پر روح کا نزول ہوگا اس سے روح کا انکار ہونا بالکل ناممکن ہے۔

ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ایک جنازہ کو لے کر کے گذرے، جس کی وہ تعریف کر رہے تھے، اور اس کی خوبیوں کا آپس میں تذکرہ کر رہے تھے، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اس کیلئے واجب ہوگی، (کچھ دیر کے بعد) لوگ دوسرا جنازہ لے کر کے گذرے جس کا تذکرہ برائی کے ساتھ کر رہے تھے، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اس کیلئے بھی واجب ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یارسول اللہ! کیا چیز واجب ہوگی؟ آپ نے فرمایا جس مرنے والے کا تذکرہ تم خیر کے ساتھ کر رہے تھے اس کیلئے جنت واجب ہوگئی اور جس کا تم نے برائی اور شر کے ساتھ تذکرہ کیا اس کیلئے جہنم واجب ہوگئی تم (اہل ایمان) روئے زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ: ۱۴۵)

کامیاب انسان وہی ہے جو موت کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد اس کی تیاری میں مصروف ہو جائے اور آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں کامیابی کے حصول کیلئے جدوجہد میں مصروف ہو جائے، جس کیلئے مختلف اُمور کو اس فانی زندگی میں انجام دینا ہوگا اور چار و ناچار اطاعت خداوندی کرنی ہی پڑے گی، درج بالا روایت میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخرت کی کامیابی اور ناکامی کیلئے بطور بنیاد کے دو چیزوں کا تذکرہ فرمایا۔ بظاہر تو یہ دو اُمور ہیں لیکن حقیقت میں اپنی جامعیت کے اعتبار سے شریعت کے تمام احکام کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، جس نے ان کا خیال رکھا وہ اللہ کی نعمتوں سے فیضیاب ہوگا اور جس نے اُن کو پس پشت ڈالا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس سے ایک جنازہ گذرا جس کے ساتھ چلنے والے لوگ مرنے والے کی تعریف اور اس کی خوبیاں بیان کر رہے تھے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا اس کیلئے واجب ہوگئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! اس کیلئے کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس کیلئے جنت واجب ہے کیونکہ اہل ایمان اس کا تذکرہ خیر اور بھلائی کے ساتھ کر رہے ہیں جو دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ کے یہاں بھی اس کا شمار نیکوکار اور صالحین میں ہے۔ روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دُنیا سے رخصت ہونے والے کے مستحق جنت ہونے میں ذکر خیر کا بھی بڑا اہم کردار ہے، اسلئے موت کی تیاری کرنے والے اور آخرت کی فکر کرنے والے کو اس کی طرف بھی خاص توجہ دینی چاہیے اور زندگی بھر ایسے اُمور انجام دیتے رہنے چاہئیں جن کی وجہ سے مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر کیا جائے اور لوگ اس کو اچھائی سے یاد کریں۔

www.khanqah.in

مہلک روحانی مرض۔ طمع، حرص اور شہوت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔ مدظلہ العالی

نوجوانوں کے نام - 13

شہوت سے نجات کے طریقے

شہوت پر قابو پانے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو بھوک دینا، روزے رکھنا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "یمعشر الشباب من استطاع منکم البائۃ فلیتزوج" (مشکوۃ) اے نوجوان! تم میں سے جس کے پاس استطاعت ہے اس کو چاہیے کہ وہ نکاح کرے اور جو نہیں کرسکتا تو اس کو چاہیے کہ وہ روزے رکھے۔ لیکن ہم اگر مہینے میں ایک روزہ رکھ لیں، دو رکھ لیں، تین رکھ لیں تو کام نہیں بنے گا۔ شہوت کو توڑنے کیلئے کم از کم ایک دن کھانا ایک دن روزہ، ایک دن کھانا، ایک دِن روزہ یوں رکھنا ہوگا۔ یہ کم از کم ہے، ورنہ ہمارے مشائخ نے اپنی شہوت کو توڑنے کیلئے روزانہ بھی روزے رکھے ہیں۔ اور اگر ہم بچوں کو مرغن غذائیں بھی کھلائیں، پسند کے کھانے کھلائیں اور جی بھر کر کھلائیں اور پھر ان کا نکاح بھی نہ کریں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟

ایک علاج قرآن مجید میں بھی اس کا بتایا گیا کہ اگر تمہیں اپنے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو فرمایا:
''ایمان والوں سے کہہ دیجیے! اپنی نگاہوں کو نیچا رکھے'' (النور: ۳۰)
دیکھیں ہی نہ غیر کی طرف، جدھر دیکھنے سے انسان کی شہوت بھڑکتی ہے، اس طرف نظر اُٹھنے سے اپنے آپ کو بچائیں، دیکھا! کیسی پیاری تعلیم ہے، کہتے ہیں کہ جس منزل پر نہیں جانا، اس کا راستہ ہی کیا پوچھنا۔ جب گناہ ہی نہیں کرنا، زِنا کے قریب ہی نہیں جانا، تو آنکھ اُٹھا کے ہی کیا دیکھنا۔ تو شریعت نے پہلے قدم پر ہی پابندی لگادی، آنکھوں کو قابو میں رکھو، نگاہوں کو نیچا رکھنا اس کا بنیادی علاج ہے۔ عادتاً نیچے رکھیں۔ ہمیں تو آج نیچا رکھنے کی عادت ہی نہیں ہے۔ اب اگر نہ نکاح وقت پر کے، نہ روزے رکھے، نہ نگاہوں کو کنٹرول کیا تو پھر شہوت کا بھوت تو سوار ہو ہی جائے گا۔

حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس کی آنکھیں قابو میں نہیں اس کا دل قابو میں نہیں اور جس کا دل قابو میں نہیں اس کی شرمگاہ قابو میں نہیں۔ دل کا فیصلہ آنکھیں کرتی ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے جب قرآن پاک پڑھا کہ ''ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ نگاہیں نیچی رکھیں'' تو مجھے نگاہیں نیچی رکھنے کی عادت پڑگئی۔ میں باہر تو نظر نیچی رکھتا ہی تھا، گھر میں بھی نیچی رکھتا۔ حتی کہ حقیقی بہن کے چہرے کو بھی نہ دیکھتا کہ شریعت نے یہ نہیں کہا کہ نامحرم کو نہ دیکھو، شریعت نے یہ کہا کہ نگاہیں نیچی رکھو۔ فرماتے ہیں کہ نگاہیں نیچی رکھتے رکھتے ایک وہ وقت آگیا کہ میں اپنی سگی بہن کی شکل بھول گیا۔ اگر اس کو دوسری لڑکیوں کے ساتھ بٹھادیا جاتا تو میں شکل سے نہ پہچان پاتا۔ ہاں جب وہ بولتی، میں آواز سے اپنی بہن کی آواز کو پہچانا کرتا تھا۔ تقویٰ کی انتہا دیکھئے کہ محرم عورتوں کی شکلوں کو بھی نہیں دیکھا کرتے تھے، چہ جائیکہ آج کا نوجوان غیر محرم کی شکلوں سے اپنی نظروں کو ہٹا نہیں پاتا۔

بھئی یہ چھپے تو نئے سے نئے اللہ تعالیٰ نے ایک کی شکل دوسرے سے علیحدہ بنائی، اس کی کوئی انتہا نہیں، جتنا دیکھیں گے حرص بڑھتی چلی جائے گی، ہوس بڑھتی چلی جائے گی، لہٰذا اس کا انجام سوائے گناہ کے اور کوئی نہیں۔ اسلئے اس کا علاج ہے کہ اس کو قابو کیا جائے۔

طلباء پوچھتے ہیں کہ حضرت! اس کا کوئی حل بتائیں، پہلا حل: اپنی نگاہوں کو نیچی رکھنے کی عادت ڈالئے اور یہ عادت بنانے سے بن جاتی ہے۔ نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈالیں، شروع میں ذرا مشکل تو ہوگا، اپنے آپ کو ملامت کیجئے پھر نگاہ نیچے رکھئے، پھر ملامت کیجئے، نگاہ نیچے رکھئے، حتی کہ عادت ہی بن جائے گی تو نگاہ کو نیچے رکھنا اپنی عزت وناموس کی حفاظت کی بنیاد ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نگاہوں کو نیچا رکھا کرو اگرچہ کسی مادہ بکری کی شرمگاہ ہی کیوں نہ ہو، یعنی انسان تو کیا جانوروں کی طرف بھی ایسی جگہ پر نظر اُٹھانے سے منع فرمادیا۔ اسی لئے پہلے پاکیزہ زندگیاں ہوتی تھیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک نوجوان آیا، حضرت سے مسئلہ پوچھتے پوچھتے کہنے لگا: عورت کے اعضاء کی شکل کیسی ہوتی ہے، مجھے تو اتنا بھی پتہ نہیں، یعنی اتنا پاکیزہ ماحول تھا کہ بچے جوان ہوجاتے تھے اور ان کو اتنا نہیں پتا ہوتا تھا کہ مرد اور عورت کے جسم میں فرق کیا ہوتا ہے، ایسا پاکیزہ ماحول تھا۔ تبھی وہ محدّث بنے، مفکر بنے، مفسر بنے، فقیہہ بنے۔

یہ نظر کی حفاظت انتہائی ضروری ہے، کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے اوپر بسا اوقات انسان کے اوپر بڑی سزا آجاتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن جوزیؒ نے تلبیس ابلیس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ایک حافظ قرآن شخص تھا، اس نے ایک دفعہ کی بدنظری کرنے سے وہ شخص بالکل قرآن مجید بھول گیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِسلام کی نظر میں

حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۔ 12

ابوحنظلہ ۔ کولگام

سادگی اور انکساری

شروع شروع میں حضرت معاویہؓ بڑی شان کے ساتھ رہتے۔ دروازے پر دربان ہوتا۔ زرق لباس پہنتے اور شاندار گھوڑے پر سواری کرتے لیکن یہ سب کچھ عزت نفس کیلئے نہ تھا، رومیوں کو مرعوب کرنے کیلئے تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی بعد کی زندگی، جب آپ رضی اللہ علیہ خلیفہ ہوئے، فقیر کی تمکنت اور امیر کی مسکنت کا نمونہ نظر آتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ عوام کی جھرمٹ میں بیٹھتے اور ان کی فریادیں سنتے۔ دسترخوان پر اَمیر غریب سب یکساں طور پر شامل ہوتے اور آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ (الفخری صفحہ نمبر ۹۴۰، مروج الذہب: ۴ / ۴۴۳)

معمولی خچر پر سواری کرتے اور پھٹا ہوا کپڑا پہنتے، بازاروں میں گھومتے، امام اوزاعیؒ کے شیخ امام یونس بن میرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اَمیر معاویہؓ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ خچر پر سوار تھے اور ان کا غلام ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت ان کے جسم پر جو کُرتا تھا اس کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔ (کتاب الزہد امام احمد بن حنبل)

ایک روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جامع مسجد دمشق میں اس حال میں خطبہ دے رہے تھے کہ ان کی قمیص بوسیدہ ہوچکی تھی (ادب المفرو باب)۔ امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مجلس میں تشریف لائے تو لوگ اَدب سے اُٹھ کر کھڑے ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اس سے خوش ہو کہ خدا کے بندے اس کی تعظیم میں کھڑے ہوجائیں تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔'' (ادب المفرو باب)

ایک مؤرخ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سادگی اور فروتنی پر اس طرح روشنی ڈالتا ہے: ''باوجود ایک مقتدر اور عظیم الرتبہ فرمانروا ہونے کے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزاج نہایت سادہ پایا ہے، وہ ہر حالت میں اپنے اور دوسرے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور وہ ہر شخص سے نہایت مہربانی اور لطف وکرم سے پیش آتے تھے۔ خواہ وہ کیسا ہی ادنی درجے کا آدمی ہو، ان کی یہ ہمدردی ایسے وقت اس شخص کے ساتھ اور زیادہ بڑھ جایا کرتی تھی جب کوئی بے حیثیت آدمی ان کے سامنے کوئی شکایت لے کر آتا تو وہ مساوات بین المسلمین کی نہایت سختی سے قائل تھے۔''

فہم وتدبّر

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گونا گوں صفات کے حامل تھے۔ اعلیٰ درجہ کے سیاستدان اور بہترین مدبّر۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذہانت وفراست کی تعریف خود نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے مشوروں میں شریک کرلیا کرو، اپنے معاملوں میں ان کو گواہ بنالیا کرو، وہ قوی امین مضبوط اَمانتدار ہیں اس کے بعد خود ایک معاملہ پر ان سے مشورہ لیا اور ان کی ذہانت کی تعریف کی (ذکر ابن حجر وقال رجالہ ثقات مع اختلان فی البعض)۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۲۸)

مصری مؤرخ محمد حسین ہیکل لکھتا ہے کہ ''معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دانش مند تھا جن کی دانش مندی ان کی آنکھوں پر اغراض کا پردہ پڑنے نہیں دیتی تھی۔ حلیم الطبع تھے جن کی بردباری انہیں طاقت کے استعمال سے روکتی تھی اور بالغ نظر تھے، جن کی حکومت سے لوگ مانوس ہوگئے تھے اور انہوں نے اپنی خوش کلامی اور حسن تدبّر سے عوام کا دل موہ لیا تھا۔'' (عمر فاروق اعظمؓ: ۳۵۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف عوام کا دل ہی موہ نہیں لیا تھا بلکہ اپنے حسن تدبّر سے خلافت راشدہ کے اصولوں کو باقی رکھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مورخ تاریخ ملّت فرماتے ہیں: خلافت راشدہ کا چوکھٹا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا تاہم اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حسن تدبّر سے اصولی تصویر جو باقی رکھنے کی کوشش کی وہ ہر حال میں قابل داد ہے۔'' (تاریخ ملّت: ۳ / ۵۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کی شوکت کا اُکھاڑ دیا۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلی بحری لڑائی کرکے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی درج ذیل پیشنگوئی کا مصداق بنے:

"اول جیش یغزو البحر فقداوجبو الجنة" (الصحیح بخاری)

''میری اُمت کا وہ پہلا لشکر جو بحری لڑائیوں کا آغاز کرے گا اس پر جنت واجب ہے۔''

سیدنا اَمیر معاویہؓ اور اہل بیتؓ

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ حضرت معاویہؓ کی حقیقی بہن تھی، ظاہر ہے کہ بہن اپنے بھائی کو کتنا محبوب رکھتی ہے، چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ ''ایک دفعہ اُم حبیبہؓ اپنے بھائی معاویہؓ کا سر سہلا رہی تھیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم آگئے اور اُنہیں دیکھ کر فرمایا: ''اُم حبیبہؓ! کیا تم معاویہؓ کو محبوب رکھتی ہو؟ آپؓ بولیں کیوں نہیں! بھلا کوئی بہن ایسی ہوگی جو اپنے بھائی کو محبوب نہ رکھتی ہو؟ یہ سن کر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''فان اللہ ورسولہ یحبانہ'' اللہ اور اس کا رسول بھی معاویہؓ کو محبوب رکھتے ہیں۔'' (تطہیر الجنان)

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا خلیل احمد انبھیٹویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ وغیرہم علمائے کرام کو بعض نام نہاد مولوی کافر، مرتد، بے ایمان، بدعقیدہ حتیٰ کہ جہنمی اور لعنتی بھی کہتے ہیں، اور ایسا کہنے اور اُن پر لعنت کرنے کی لوگوں کو تعلیم بھی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو اُن کو کافر نہ مانے اور بُرا نہ سمجھے وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اس کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں؟

محمد افضل بٹ۔ شانگس اسلام آباد

جواب: وباللہ التوفیق: اہل حق کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش اور اُن کے متعلق لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کی ناجائز حرکت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ہمیشہ سے اہل باطل اور نفس پرستوں کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السّلام کو گمراہ کہا گیا اور سنگسار کرنے کو کہا، حضرت ہود علیہ السّلام کو احمق اور جھوٹا کہا گیا، حضرت صالح علیہ السّلام اور اُن کے رفقاء کو منحوس ٹھہرایا گیا، حضرت لوط علیہ السّلام کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دی گئی، حضرت شعیب علیہ السّلام کو کہا گیا کہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ ورنہ تمہیں اور تمہارے رفقاء کو شہر بدر کر دیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو مجرم ٹھہرا کر نذر آتش کیا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو شعبدہ باز اور دیوانہ بتایا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو جھوٹا بتا کر واجب القتل قرار دیا گیا، اُن کی والدہ حضرت مریم علیہا السّلام پر تہمت تراشی گئی اور اُن کے حواریوں کو منحوس کہہ کر سنگساری کی دھمکی دی گئی، حضرت زکریا علیہ السّلام کو دیوانہ اور جھوٹا کہا گیا اور بے حد تکالیف پہنچائی گئیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے جتنی ایذائیں پہنچائی گئیں اتنی کسی نبی کو نہیں پہنچائی گئیں۔

علماء ربّانی چونکہ انبیاء علیہم السّلام کے حقیقی وارث ہیں، لہٰذا ضروری تھا کہ اُن کو بھی ان باقیات صالحات میں سے کچھ حصہ ملتا، آپ کا فرمان ہے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہ سب سے زیادہ سخت ابتلاء انبیاء علیہم السّلام کا ہوتا ہے کہ اُن کو سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں، پھر درجہ بدرجہ جو افضل ہوتے ہیں وہ زیادہ آزمائے جاتے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلے تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کو روافض نے اہل بیت کا دُشمن بتلا کر کافر ٹھہرایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خوارج نے کافر ٹھہرایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر نفس پرستوں نے قرآن مجید کی غلط تفسیر کرنے کا بہتان تراشا۔

حضرت امام زین العابدینؒ کے متعلق کہا گیا کہ وہ بُت پرستوں کی سی باتیں کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکار اور منافق کہا گیا، حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو منکر تقدیر کہا گیا، حضرت امام اعظمؒ کو گمراہ، امت کا دُشمن اور اُمت کا شیطان کہا گیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک) اور اُن کے قتل کو ستّر جہاد سے افضل بتلایا گیا۔ (حقیقۃ الفقہ: ۱/ ۳۵، سلسلہ اشاعت علوم حیدر آباد دکن)

حضرت امام مالکؒ نفس پرستوں کے ظلم کی وجہ سے طویل عرصہ پچیس برس تک جماعت اور نماز جمعہ کیلئے گھر سے باہر نہ جاسکے، انتہاء یہ کہ اُن کو سختی سے زدوکوب کیا گیا، حضرت امام شافعیؒ کو شیطان سے زیادہ نقصاندہ کا خطاب دیا گیا، اور ایسی تہمت لگائی گئی کہ لوگ لعنت کرتے اور گالیاں دیتے تھے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ پر حق بات کہنے کی پاداش میں قید خانہ میں روزانہ اس قدر کوڑے برسائے جاتے کہ بے ہوش ہو جاتے تھے، ساتھ ساتھ لوگ طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے تھے، حضرت ذوالنون مصریؒ کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر مصر سے نکال دیا گیا تھا، حضرت محمد بلخیؒ کے گلے میں رسّی ڈال کر شہر سے نکال دیا گیا، حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بدعتیوں کے ہاتھوں خانہ خدا میں شہید ہوئے، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اور احول کے خلاف شرع بتلایا گیا، حضرت امام غزالیؒ کی کتابوں کو جلا ڈالنا فرض اور آپ پر لعنت برسانا کارِ ثواب بتلا گیا۔ حضرت امام ابوبکر نابلوسیؒ کی کھال کھینچی گئی، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت تاج الدین سبکیؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شبلی رحمہم اللہ پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور اُن کے ساتھ بیٹھنے کو گناہ ٹھہرایا گیا، حضرت شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا گیا کہ ''کفرہ اشد من کفر الیہود'' یعنی اُن کا کفر یہود ونصاریٰ کے کفر سے زیادہ سنگین ہے۔ اہل سنت کے امام

کفربازی حرام ہے

مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری

حضرت ابوالحسن اشعریؒ کو صریح الفاظ میں کافر اور ملحد کہا گیا، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نفس پرستوں کے ظلم سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، اس سلسلہ کی ایک کڑی چودھویں صدی کے بدعتی ہیں جو مبلّغین توحید اور متّبعین سنّت، صحیح العقیدہ مشائخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہم اللہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ وغیرہ علمائے ربّانی کو اپنے پیٹ کے لئے کافر اور ملحد ٹھہراتے ہیں۔ معاذ اللہ

مذکورہ بزرگ توحید، رسالت، حشر ونشر، جنت ودوزخ، ختم نبوت وغیرہ ضروریاتِ دین پر بفضلہٖ تعالیٰ ایمان رکھتے تھے، اور اہل سنت والجماعت تھے، اصول اور اعتقادیات میں حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور حضرت ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ کے متبع تھے اور فروعات میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلّد تھے، چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، سلسلہ سے نسبت رکھتے تھے، باکمال اور صاحب کرامت، متبع سنت، حقیقی عاشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم بزرگ تھے۔ اُن کے فتاویٰ اور اُن کی کتابیں اور مریدین کے اعمال اس کے شاہد ہیں، ہزاروں علمائے کاملین اور مسلمان اُن کے مرید تھے۔ ہندو بیرونِ ہند کے لاکھوں کروڑوں مسلمان ان کا اپنا مذہبی پیشوا اور دینی رہبر سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس وفات پانے والے کو نیک اور پرہیزگار آدمی بھلائی سے یاد کریں اور اُس کے ایمان کی شہادت دیں اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ''فاثنوا علیها خیرا فقال النبی صلّی الله علیه وسلّم وجبت فقال عمر بن الخطاب ما وجبت قال هذا اثنیتم علیه خیرا فوجبت له الجنة وهذا اثنیتم علیه شرا فوجبت له النار انتم شهداء الله فی الارض'' (بخاری: ۱/ ۱۸۳، پ:۵)

یہ حضرات فی الحقیقت اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السّلام کے حقیقی وارث، نائبین رسول اور الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ کے صحیح مصداق تھے، اُن کی پوری زندگی ''قال اللہ'' اور ''قال الرسول''، تبلیغ اسلام اور دین متین کی خدمت میں گذری اور اُن کے فتاویٰ کی روشنائی ازروئے حدیث شہداء کے خون سے زیادہ وزن اور وقعت رکھتی ہے، ایسے جلیل القدر بزرگوں کو کافر جہنمی (اور معاذ اللہ) لعنتی سمجھنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کسی کو کافر کہے اور واقع میں اُس میں کفر کی بات نہ ہو تو کہنے والے کی طرف کُفر لوٹتا ہے یعنی وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ ''لایرمی رجل رجلا بالفسق والکفر الاّ ردت علیه ان لم یکن صاحبه کذلك'' (رواہ البخاری، مشکوٰۃ شریف: ۱۱۴، باب حفظ اللسان من الغیبة والشتم) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو کلام تمہارے بھائی کی زُبان سے نکلے تو جب تک اُس کا مطلب اچھا نکل سکتا ہے اس وقت تک اس کو باطل پر محمول کرنے کی کوشش نہ کرو۔ (درمنثور)

اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو اگر اس میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال کفر کی نفی کرتا ہو تو مفتی اور قاضی کو چاہیے کہ اس کفر کی نفی کرنے والے احتمال پر عمل کرے اور کفر کا فتویٰ نہ دے۔ ''وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالاً للکفر واحتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال الثانی''

(شرح فقہ اکبر لابی المنتی: ۱۹۹)

مذکورہ بزرگوں نے اپنی زندگی میں زبانی اور تحریری طور پر بار بار اعلان کیا ہے کہ اہل بدعت جو عقائد ہماری طرف منسوب کرتے ہیں وہ ہمارے عقائد نہیں ہیں، ہم ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے ان بزرگوں کے ارشادات جو صحیح حوالوں کے ساتھ نقل کئے جارہے ہیں:

۱) حضرت مولانا عبدالرشید گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں:

سوال: کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

جواب: ذات باک جلّ جلالہ کی پاک ومنزّہ ہے، اس سے کہ اس کو متصف بصفت کذب (جھوٹ) کیا جائے، معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب نہیں ہے بقال اللہ تعالیٰ، ومن اصدق من اللہ قیلا، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زُبان سے کہے کہ وہ کذب (جھوٹ) بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے، اور مخالف قرآن وحدیث کا اور اجماعِ اُمت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں'' (فتاویٰ رشیدیہ: جلد ۱/ ۱۸)

۲) حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

''امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے، اپنا دین وایمان ہے، بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔'' (مناظرہ عجیبیہ: ۱۰۳)

۳) حضرت مولانا خلیل احمد انبٹھیوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

''میں اور میرے اَساتذہ ایسے شخص کو کافر ومرتد وملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے علم میں زیادہ کہے۔'' (السحاب المدرار: ۴۹)

(باقی آئندہ شمارے میں)

CHAND SOLARS
NEAR J&K BANK,
T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

مولانا زبیر الحسن کاندھلوی۔ رحمۃ اللہ علیہ

اس کی امیدیں قلیل اور مقاصد جلیل

ملت اسلامیہ اس وقت شدید صدمہ سے دوچار ہوگئی جب اس کے فرزانوں اور توحید مستوں کی بپا کردہ نوے سالہ دینی وایمانی عالمی تحریک جماعتِ دعوت وتبلیغ کے بافیض امیر اور سرکردہ مذہبی رہنما حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے دہلی کے رام منوہر لوہیا میں ۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروز منگل کو اس دنیائے آب وگل سے منہ موڑلیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا زبیر الحسن ادھر ایک عرصے سے لیور اور کڈنی کے عارضے میں مبتلا تھے ان کی تشویشناک علالت کے پیش نظر انہیں داخل اسپتال کیا گیا، علاج ومعالجے کی جملہ تدابیر روبہ عمل لائی گئیں، لیکن وہ جانبر نہ ہوسکے اور قضاء وقدر کے اٹل فیصلہ پر لبیک کہتے ہوئے بالآخر انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کردی، تغمده الله بغفرانه۔

مرگِ مجنوں پہ عقل گُم ہے میر
کیا دِوانے نے موت پائی ہے

مولانا زبیر الحسن کے سانحۂ رحلت کی خبر وحشت اثر جیسے ہی برقی میڈیا کے ذریعہ عام ہوئی تو ہر طرف سناٹا چھا گیا فون پر فون بجنے لگے، ملک اور بیرون ملک جماعتی رفقاء، دعوتی احباب اور دین پسند حضرات جنہیں مذکورہ ایمانی تحریک کے عالم گیر انقلابی اثرات کی کسی بھی درجہ میں شدبُد ہے مضطرب وبےچین ہو اُٹھے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ اضطراب فطری بھی تھا اور واجبی بھی کہ آخر مولانا مرحوم جماعت مذکور کے نظام دعوت وعمل کو اپنے اکابر اہل اللہ کے وضع کردہ خطوط پر نہ صرف استوار رکھنا چاہتے تھے بلکہ عملاً اس کیلئے تادم حیات سبک سار وکوشاں بھی رہے

ہوا تھی گو تیز وتند لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دئے تھے اندازِ خسروانہ

اللہ بزرگ وبرتر نے انہیں بے شمار اوصاف وکمالات سے آراستہ کیا تھا، وہ ایک ایسی دل آویز شخصیت کے مالک تھے جس میں علم وعمل، تقویٰ وطہارت، جودوسخا، صدق وصفا اور تواضع وخاکساری جیسے حسین اوصاف کا اجتماع معلوم ومشاہد ہوتا تھا۔ ظاہری وباطنی کمالات نے ان میں جامعیت کی شان پیدا کردی تھی، وہ ایک عالم باعمل صوفی منش، جہاں دیدہ مبلغ اور خدارسیدہ ترجمان اسلام تھے، ان کے حادثۂ وفات سے عالم اسلام میں رنج والم کی لہر دوڑ گئی۔ ان کا انتقال کسی فرد واحد کی موت نہیں تھا اور نہ کسی خاندان کا ذاتی صدمہ، بلکہ ملت اسلامیہ کیلئے ایک ایسے آفتاب عالم تاب سے محرومی کی بات تھی جس کی ضوفشانی سے شرق وغرب اور شمال وجنوب منور تھا، جس کی چمک سے ایوان ظلمت وجہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے آن واحد میں کافور ہوجایا کرتے تھے۔ وہ اسلام کے عطا کردہ سنہرے اصولوں اور ضابطوں کی روشنی میں دعوت وتبلیغ کے فلسفہ کی تشریح وتفہیم کرتے تھے، ان میں نہ ادعائی مزاج تھا اور نہ تعلّی وتفاخر سے کوئی سروکار۔ زبان پر بے پناہ کنٹرول، بے ضرورت گفتگو سے مکمل احتراز اور غیبت وبدگوئی سے ہمہ وقت اجتناب۔ جماعتی نظام کو ان کے معتدل تجربات سے نہ صرف روشنی ملتی بلکہ وہ ہر لحظہ اس کے فروغ واستحکام کی ادھیڑبن میں متحرک نظر آتے تھے۔ اجتماعی مفادات کی برآری وبقا کے پیش نظر ذاتی حصولیابیوں سے صرف نظر کرلینا مرحوم کا وصف خاص تھا، وہ اپنی رائے دوسروں پر تھوپنے کے بالکل قائل نہیں تھے، بلکہ ان کی ہر جائز رائے وخواہش کا احترام لابدی جانتے تھے۔

داعی الی اللہ مولانا زبیر الحسن گلشنِ دعوت وتبلیغ کا ایسا گل سرسبد تھے جس کی مہک سے برصغیر ہی کیا دنیا کے دور دراز خطے بھی مشک بار تھے، یوں تو وہ مظاہر علوم سے رسمی فراغت کے معاً بعد اپنے نامور والد حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کے دست وبازو بن کر تبلیغی مشن کی آبیاری کررہے تھے، لیکن ۱۹۹۵ء میں جب حضرت جیؒ واصل بحق ہوگئے تو مقتدر علماء کرام نے مثلث شکل کا ایک عالمی شورائی نظام ترتیب دیا جو حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی اور حضرت الحاج عبدالوہاب پاکستانی پر مشتمل تھا، مولانا مرحوم اس سہ رکنی مجلس مشاورت کے مرکزی رہنما تھے۔ وہ جماعتوں کی روانگی کے وقت آداب سفر اور ضروری ہدایات دینے کے بھی مکلّف تھے، علاوہ ازیں عالمی دعوتی تقاضوں کے ضمن میں دنیا بھر کے متعدد ملکوں کے اسفار بھی کرتے تھے، ان کی دعاء اور زبان سادگی کے باوصف تاثیر سے پر ہوتی تھی، جس سے ان کا سوز دروں صاف جھلکتا تھا بے شمار لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور شرک وبدعت کی زندگی سے تائب ہوکر صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔

مولانا زبیر الحسن کی ۱۰/جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ۳۰/مارچ ۱۹۵۰ء کو ولادت ہوئی۔ غوث زماں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بسم اللہ کرائی قرآن پاک حفظ کیا، ابتدائی عربی، فارسی گھر پر رہتے ہوئے پڑھی ۱۵/شوال ۱۳۵۸ھ۔ ۶/فروری ۱۹۶۶ء کو مظاہر علوم سہارنپور میں متوسط کتابوں (شرح جامی وغیرہ) میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث تک تعلیم کی تکمیل کرکے ۱۳۹۰ء مطابق ۱۹۷۱ء میں سند فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے رفقاء درس میں حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوری شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ اور حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ بعدازاں برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بیعت ہوئے، آپ کے بتائے اوراد ووظائف اور معمولات پر کاربند رہتے ہوئے ۳/ربیع الاول ۱۳۹۸ھ۔ ۱۰/فروری ۱۹۷۸ء میں مدینہ منورہ کے اندر آپ سے اجازت وخلافت حاصل کی، آپنے اسی پر تکیہ نہیں کیا بلکہ سلوک ومعرفت کی راہوں کا کامیاب سفر جاری رہا تاآنکہ والد گرامی مرتبت حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی امیر ثالث۔ نیز مفکر اسلام حضرت سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔ دریں اثناء مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں آپ کا تقرر ہوا، جہاں آپنے درس نظامی کی چھوٹی بڑی اکثر کتب نہایت سلیقہ سے پڑھائیں۔

۲۵/شوال المکرّم ۱۳۸۸ھ۔ ۱۵/جنوری ۱۹۶۹ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی نواسی دختر حکیم مولوی محمد الیاس سہارنپوریؒ سے آپ کا نکاح ہوا، جن سے تین لڑکے، تین لڑکیاں کل چھ اولاد ہوئیں، صاحبزادگان میں مولانا زہیر الحسن مظاہری، مولوی صہیب الحسن مظاہری اور مولوی حافظ خبیب الحسن کاشفی ہیں بارک الله فی علمهم وعملهم۔

بہرکیف اسی روز آپ کی نماز جنازہ سرپرست خاندان اور آپ کے روحانی مرشد حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی نے لاکھوں افراد کی موجودگی میں پڑھائی اور مرحوم مرکز نظام الدین دہلی کے مقبرۂ خاص میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں آسودۂ خواب ہوئے

آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ وہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تأثرات

بروفات حسرت آیات حضرت مولانا زبیر الحسن نور اللہ مرقدہ

رشحات قلم: شاعرِ خوش بیان، محترم اسلام انجم نزد مظاہر علوم سہارنپور

یادگارِ سلف، نازشِ انجمن، پاسبانِ شریعت، زبیر الحسن
حق ادا کرگئے خدمتِ دین کا، جاچکے سوئے جنت، زبیر الحسن
قوم وملت نے کھویا مسیحا کوئی، سوگواری کی کیا بہہ رہی ہے ہوا
محوِ حیرت ہے دنیا کہ یہ کیا ہوا، ہوچکے آہ! رخصت، زبیر الحسن
حضرتِ شیخ کی تربیت کا اثر، زندگی بھر نمایاں رہا آپ پر
تاجِ عظمت نہ کیوں سر پہ روشن رہے، تھے سلف کی وراثت، زبیر الحسن
ایسا چہرہ کہ جیسے فرشتہ کوئی، واقعی لفظِ حضرت کے مصداق تھے
رخ پہ نورِ وجاہت کی جلوہ گری، تھے اکابر کی صورت، زبیر الحسن
خوبصورت امامت کا یہ سلسلہ، مرحبا آپ تک خوب سے خوب تر
روزِ روشن کی صورت ہے سب پر عیاں، یہ مسلّم حقیقت، زبیر الحسن
حسنِ کردار سے نام روشن کیا، خانوادے کا اور اپنے اجداد کا
زندگی بھر مسیحائے ملت رہا، یاد رکھے گی ملت، زبیر الحسن
پارسائی وراثت میں جس کو ملی، اور بے داغ جس کی جوانی رہی
عہدِ پیری کا جس کی ہے عالم گواہ، ہیں وہی پاک طینت، زبیر الحسن
رقت آمیز لہجہ بوقتِ دعا، ملتفت جس سے ہوتا ہے فضلِ خدا
ایسی الحاح وزاری کہ روئے جہاں، تھے وہی خوب سیرت، زبیر الحسن
نذرِ حالات خود کو نہ ہونے دیا، اپنے منصب کی رکھی سدا آبرو
آنچ آنے نہ دی مرکزِ نور پر، کم ہے کیا یہ کرامت، زبیر الحسن
آہ! سوسو جتن سے بھی جاتا نہیں، جانے والے کی یادوں کا دل سے اثر
اور پھر وہ بھی ایسا اہم رہنما، جس کو کہتی تھی امت، زبیر الحسن
جس کو کہتے تھے سب ہی دعا کیلئے، مغفرت کی دعائیں مبارک اسے
ہر کسی کی زباں پر ہے انجم دعا، پائیں انوارِ جنت، زبیر الحسن

خواہش بھی......اپیل بھی!

"درسیات" میری ۱۶/ویں تصنیف ہے۔ میری شدید خواہش ہے کہ اسے ہر کوئی پڑھے۔ میں نے عام لوگوں کے لئے اِس کتاب کی قیمت بہت ہی کم کردی ہے۔ یہ کتاب جانوروں کی زندگی کی چونکا دینی والی معلومات پر مبنی ہے۔

یہ کتاب میری نجات کا ذریعہ بنتی ہے یا نہیں بنتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے مگر امید ہے کہ قارئین کو انشا اللہ دنیوی اور اُخروی فائدہ ضرور ہوگا!

محتاج دعا
نذیر جہانگیر
9906646898

ملنے کا پتہ: (۱): مکتبہ الغزالی۔ مدینہ چوک گاوکدل۔ سرینگر۔
(۲): نظامی الیکٹریکلز۔ ایکسچینج روڈ۔ متصل تارگھر۔ سرینگر

www.khanqah.in

جمہوری نظام میں الیکشن ۔ اسلامی نقطہ نظر

قسط : 3

(۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''واجتنبو اقول الزور'' (الحج: ۳۰) اور تم جھوٹی باتوں سے بچتے رہو۔

(۶) اسی طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، کیا میں تم کو اکبرالکبائر (سب سے بڑے گناہ) کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کیوں نہیں، یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ٹھیک سے بیٹھ گئے، حالانکہ آپ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور فرمایا، سنو! جھوٹی گواہی دینا۔ اس آخری جملہ کو آپ برابر دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ کاش آپ خاموش ہوجاتے!'' (بخاری: ۱/ ۳۶۲)

لہٰذا نااہل کو ووٹ نہ دینا اور اچھے اُمیدواروں کو ووٹ دینا چاہیے۔

ووٹ دینا اضافہ قوت کی ایک شکل:

جمہوری ممالک میں افرادی قوت کی بڑی اہمیت ہے اور اقلیتوں کیلئے ووٹ بہت بڑی طاقت ہے، جس کے ذریعہ بھی قوم اقلیت میں ہونے کے باوجود بادشاہ نہیں، تو بادشاہ گر بننے کی صلاحیت ضرور رکھتی ہے، مسلمان بہت سے ممالک میں مضبوط اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اپنے ووٹ کے ذریعہ اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتے ہیں، لہٰذا ایسے حالات میں ووٹ سے کنارہ کشی اختیار کرنا درحقیقت اپنی سیاسی قوت کو کمزور کرنا ہے۔

الیکشن میں اپنے آپ کو بہ حیثیت اُمیدوار پیش کرنے کا حکم:

الیکشن میں اپنے آپ کو اُمیدوار کے طور پر پیش کرنا چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ اول یہ کہ کوئی دوسرا آدمی عوامی نمائندہ بننے کیلئے دستیاب نہیں ہو۔ یا دستیاب تو ہو، لیکن وہ اس کام کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو۔ یا متعدد افراد اُمیدوار بننے کیلئے تیار ہیں، لیکن وہ افراد اس عہدہ کیلئے غیر مناسب یا غیر موزون ہیں اور اپنے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ اس کام کیلئے فراہم افراد میں سب سے بہتر اور لائق ترین ہے وہ اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو ادا کر کے ملک وقوم کی بہتر خدمت انجام دے سکتا ہے، اور ان امور کو انجام دیتے وقت اسے اپنے عقیدہ وایمان کی حفاظت کا پورا یقین ہو اور اس کام کیلئے آمادگی کا سبب حبّ مال اور حبّ جاہ نہ ہو، بلکہ خلق اللہ کی صحیح خدمت اور انصاف کے ساتھ ان کے حقوق کو ادا کرنا مقصود ہو۔ تو ایسے افراد کیلئے اپنے آپ کو عہدہ کیلئے پیش کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السّلام کے بارے میں یہ بیان کیا کہ خشک سالی اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات سے نمٹنے اور لوگوں کو بھوک مری سے بچانے کیلئے انہوں نے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''قال اجعلنی علی خزائن الارض انّی حفیظ علیم'' (یوسف: ۵۵) یوسف علیہ السّلام نے کہا کہ مجھے ملکی خزانوں پر مامور کردیجئے میں نگہبان ہوں اور خوف واقف کار بھی۔''

رہے وہ افراد جو ان اوصاف سے عاری ہوں، ان کیلئے عہدہ طلبی اور الیکشن میں اُمیدوار بننا جائز نہیں ہے۔

علامہ ماوردیؒ نے الاحکام السلطانیہ میں نقل کیا ہے کہ بعض حضرات نے حضرت یوسف علیہ السّلام کے مذکورہ عمل کی بنا پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا عہدہ قبول کرنا اس شرط کے ساتھ جائز رکھا ہے کہ خود اس کو کوئی کام خلاف شرع نہ کرنا پڑے، کیوں کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے فرعون کے عہدہ کو قبول کیا تھا۔ اور بعض حضرات نے اس کو بھی جائز نہیں رکھا ہے، مگر جمہور علماء اور فقہاء نے جواز کے قول کو ہی اختیار فرمایا ہے۔ (الاحکام السلطانیہ: ۱۳۰/۱، تفسیر قرطبی)

نظام طاغوت میں شرکت کا اعتراض

اس ضمن میں بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کہ الیکشن میں شرکت کا مطلب ہے لادینی نظام میں شرکت اور اُمیدواروں کے فسق اور بعض اوقات ان کے کفر سے راضی ہونا۔ اور یہ شرعاً ممنوع ہے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ نظام باطل کے بعض اجزاء کا اختیار کرنا جو کسی مسلمان یا پوری مسلم قوم کیلئے نفع بخش ہو بالکلیہ ممنوع نہیں ہے بلکہ بعض حالات میں اس کی اجازت ہے بلکہ اگر کوئی مضبوط مسلم اُمیدوار نہ ہو تو غیر مسلم اُمیدوار کا انتخاب بھی صحیح ہوگا، جب کہ اس اُمیدوار یا پارٹی کے انتخاب سے اندرون ملک یا بیرون ملک مسلمانوں کے عمومی مصالح وابستہ ہوں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرے گا یا ان کے حق کی آواز بلند کرے گا، یا علی الاقل وہ ہمارے دُشمنوں کی مدد نہیں کرے گا، اور اگر اس حلقہ میں کوئی مضبوط مسلم اُمیدوار موجود ہو تو اس کے حق میں ووٹ دینا لازمی ہوگا۔ جہاں تک سرے سے ووٹ نہ دینے یا الیکشن سے بائیکاٹ کرنے کا نظریہ ہے تو اس میں مسلمانوں کیلئے کوئی مصلحت نہیں ہے بلکہ بسا اوقات انتخابی عمل سے مسلمانوں کے الگ تھلک رہنے کی صورت میں بعض ایسے متعصب افراد کے منتخب ہونے کا اِمکان ہوتا ہے جو موقع ملنے پر مسلم دُشمنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ جو یقیناً مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ مسلمانوں کیلئے جلبِ منفعت اور دفع مضرت اور حرج اور تنگی کو دُور کرنا مقاصد دِین میں سے ہے۔

کیا دستور سے وفاداری کا حلف اُٹھانا دُرست ہے؟

پارلیمنٹ اور اس جیسے دوسرے اداروں میں حلف برداری کے وقت الگ الگ الفاظ اور الگ الگ جملوں کا استعمال کیا جاتا ہے اور عام طور پر صدق دل سے یہ اقرار کرتا ہوں یا عزم کرتا ہوں یا عہد کرتا ہوں جیسے جملے استعمال کیے جاتے ہیں اور اس میں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔ اور کبھی کبھار اللہ کا نام لیا بھی جاتا ہے، کیا اللہ کے نام کے بغیر محض اقرار یا عزم کو شرعاً حلف کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ چوں کہ اللہ کے نام یا اس کی صفات میں سے کسی ایک کا ذکر کرنا حلف اور قسم کیلئے رُکن ہے، لہٰذا علماء کی ایک جماعت جن میں امام زفر شامل ہیں ایسے الفاظ کو شرعاً قسم نہیں قرار دیتی اور اس پر قسم کے احکام بھی جاری نہیں کرتی، وہ کہتے ہیں کہ یہ محض وعدہ ہے، قسم شرعی نہیں۔ (ہدایہ: جلد ۲/ ۴۸۰)

(باقی آئندہ شمارے میں)

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا اَدب

حضرت پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی۔ حفظہ اللہ تعالیٰ

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے لولاك لما خلقت الا فلاك (روایت بالمعنی) (اے محبوب ﷺ)! اگر آپ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا''۔ یعنی اگر محسن انسانیت حضرت محمد مصطفٰے (ﷺ) دنیا میں جلوہ افروز نہ ہوئے ہوتے تو یہ جن وبشر، شمس وقمر، شجر وحجر، بحر وبر، پھولوں کی مہک، چڑیوں کی چہک، سبزے کی لہک، سماء وسمک، رفعت وپستی، خوشحالی وتنگدستی، زمین میں نرمی، سورج کی گرمی، دریا کی روانی، کواکب آسمانی، خزاں وبہار، بیابان ومرغزار، نباتات وجمادات، جواہر ومعدنیات، جنگل کے درندے، ہوا کے پرندے، غرض کائنات کی کسی چیز کا نام ونشان بھی نہ ہوتا

گر عرض و سما کی محفل میں لولاک و لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

فخر موجودات کائنات سید الاولین محبوب ربّ العالمین (ﷺ)! وہ ذات ستودہ صفات ہیں:

☆ جن کی خاطر کائنات ہست وبود کو وجود ملا۔
☆ جن کی برکت سے انسانیت کو شعور ملا۔
☆ جن کے گلے میں لولاک کا ہار پہنایا گیا۔
☆ جن کو رفعنا لك ذكرك کا تاج پہنایا گیا۔
☆ جن کے اسم گرامی سے جنتی درختوں کے ہر ورق کو زینت ملی
☆ جن کے نام کی برکت سے سیدنا آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔
☆ جن کی برکت سے حضرت ابراہیمؑ کو سیادت کا تمغہ ملا۔
☆ جن کا کلمہ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی پر کندہ تھا۔
☆ جن کے حسن وجمال کا پرتو حضرت یوسفؑ کو ملا۔
☆ جن کے صبر کا نمونہ حضرت ایوبؑ کو ملا۔
☆ جنکے قرب کا ایک لحظہ حضرت موسیٰؑ کو مکالمات کی صورت میں ملا۔
☆ جنکے مرتبہ کا ایک حصہ حضرت ہارونؑ کو وزارت کی صورت میں ملا۔ //بقیہ صفحہ آخر پر......

جو چھوڑے تُو ہر گناہ ملے گی ضرور اللہ کی پناہ

حضرت مولانا حمید اللہ صاحب۔ دامت برکاتہم

سرورِ کونین جن وانس کے آخری پیغمبر سیدنا محمد مدنی مصطفٰی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایک ارشاد کا ایک جوہر پارہ ہے ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِه'' یعنی پختہ اور سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

عموماً ان دو اعضاء سے بہت شدید ضرر پہنچتا ہے اس لئے خصوصی طور پر ان کا ذکر کیا گیا، ورنہ ہمارا دین حق کا تقاضہ یہ ہے کہ جسم کا ایک ایک عضو اور جزء مسلم یعنی اللہ کا فرمانبردار (Submissive) ہو، تب کمالِ ایمان اور کمالِ تقویٰ ممکن ہے، اسلئے سب اعضاء بدن کی نگرانی ضروری ہے، جو بھی سعادت مند ایسا کرنے میں کامیاب ہوا، اُسے مبارک ہو اور صد بار مبارک ہو، ایسے بندے پر رحمتوں کی بارش برسنا دُنیا ہی میں شروع ہوجاتا ہے، اللہ ہم کو بھی ایسا ہی بنادے۔ تجربے کی بات ہے کہ از خود ایسا بننا ناممکن ہے، اچھے مربّی ہی سے کمالِ تقویٰ اور کمال ایمان حاصل ہوسکتا ہے، ناچیز یہ کلمہ حق برملا عرض کرتا ہے کہ عادت اللہ یہی رہی ہے کہ مربّی ہی سے تربیت ہوتی ہے جو پہلے خود مربّی بن چکا ہو، یہ الگ بات ہے کہ اللہ کسی ضابطے کا پابند نہیں ہے، لاکھوں میں کوئی ایک پایا جاسکتا ہے کہ بلا مربّی آگے بڑھا ہو، لیکن یہ نادر ہے اور نادر معدوم کی مانند ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا مقام اللہ کے دربار میں تابع داروں کی ہے اسلئے خصوصی طور ان کا ذکر کیا گیا، یہ میرے سچے بندے ہیں اور قابل احترام ہیں، ورنہ بلا شرعی وجہ کسی غیر مسلم کو بھی ایذاء پہنچانا حرام ہے، مثلاً جیسے مسلمان کی بیٹی عصمت اور ناموس کے لحاظ سے محترم ہے ایسے ہی کافر کی کافر بیٹی بھی محترم ہے۔

کاش مسلمان سچے مسلمان بنتے تو ساری دنیا اسلام کے حرمِ آمن میں داخل ہو کر دنیا وعقبیٰ میں اَمان پاتے......!!! دوسرا پارۂ نور حدیث پاک کا یہ ہے: ''وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ'' یعنی مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے۔ (بخاری ومسلم)

ہجرت یہ ہے کہ انسان اپنے دین کی حفاظت کرنے کیلئے دارالکفر سے دارالاسلام یا دارالخوف سے دارالامن کی طرف سفر کرے۔ اس میں پیشوا اور سرخیل مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں لیکن اللہ کے آخری نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اچانک یہ نہیں فرمایا کہ گناہوں کو چھورنے والا مہاجر ہے بلکہ یہ وحی خفی ہے، اللہ عزّ شانہٗ نے ہجرت اور نصرت کی شاہراہوں کو شائقین اور طالبین کیلئے بند نہیں رکھا ہے، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسا فرمایا تو اللہ پاک ان ہی کے ارشاد کی لاج رکھے گا، اسلئے تارکین معصیت کو مہاجرین رضی اللہ عنہم اور دین کی نصرت کرنے والوں کو انصار رضی اللہ عنہم کے قرب وجوار میں بلند مقامات پر جنت میں فائز کیا جائے گا۔

www.khanqah.in

Vol. 15 No: 18 | 16 May to 29 May 2014 | Friday

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Jammu and Kashmir -192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004

Widely Circulated Weekly News Paper

MUBALLIG

Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 17-05-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

طلباءِ کرام اور تبلیغی جماعت

مفتی محمد راشد ڈسکوی رفیق شعبہ تصنیف وتالیف واستاذ
جامعہ فاروقیہ کراچی

طلباءِ کرام کے تبلیغ میں اشتغال کی حیثیت

درس وتدریس سے تعلق رکھنے والے بعض بزرگوں کو شبہ تھا کہ تبلیغ و اصلاح کی اس کوشش میں مدرسین اور طلباءِ مدارس کا اشتغال ،ان کے علمی مشاغل اور علمی ترقی میں حارج ہوگا،لیکن حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمہ اللہ جس طرح اور جس منہاج پر علماءِ مدارس اور طلباء سے یہ کام لینا چاہتے تھے وہ در حقیقت علماء اور طلبہ کے علوم کی ترقی اور پختگی کا ایک مستقل انتظام تھا،ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں:

"علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دینِ پاک فروغ اور ترقی پا سکتا ہے،میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے یہ میرے لئے خسرانِ عظیم ہے،میرا مطلب تبلیغ سے،علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہچانا نہیں ہے،بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ مسلمان جہاں تک ترقی کررہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے"۔

طلباء کے لئے زمانہ طالبِ علمی میں محنت کرنے کا طریقہ:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمہ اللہ چاہتے تھے کہ اس تبلیغی کام ہی کے ضمن میں طلبہ اپنے اساتذہ ہی کی نگرانی میں اپنے علوم کے حق ادا کرنے کیلئے نافع ہوں ،ایک گرامی نامے میں لکھتے ہیں:

"کاش کہ تعلیم ہی کے زمانہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اساتذہ کی نگرانی میں مشق ہو جایا کرے تو علوم ہمارے نفع مند ہوں،ورنہ! افسوس کہ بے کار ہورہے ہیں،ظلمت اور جہل کا کام دے رہے ہیں،اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون"۔بہرحال اپنی اس دعوت کو اعلیٰ علمی ودینی حلقوں میں پہچانے کیلئے آپ نے جماعتوں کا رُخ دینی مرکزوں کی طرف کیا۔

(مولانا الیاسؒ اوران کی دینی دعوت،ص:۱۰۹،مکتبہ دینیات)

علم میں ترقی کا طریقہ:

علم کی طرف ترقی کے لئے مولانا کے نزدیک دوسری شرط یہ تھی:"یادرکھو! کوئی عالم علم میں ترقی نہیں کرسکتا جب تک وہ جو کچھ سیکھ چکا ہے دوسروں تک نہ پہنچائے جو اس سے کم علم رکھتے ہیں،اور خصوصاً اُن تک جو کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں،میرا یہ کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مأخوذ ہے"مَن لا یَرحم لا یُرحم" بردیگراں پاش کہ حق برتو پاشد،کفر کی حد تک پہنچے ہوؤں تک علم پہنچانا اصل علم کی تکمیل ہے اور ہمارا فریضہ ہے اور جاہل مسلمانوں تک علم پہنچانا مرض کا علاج ہے۔"

(مولانا الیاسؒ اوران کی دینی دعوت،ص:۴۷۔۲،مکتبہ دینیات)

صحابہ کرام کا حصولِ علم کے لئے طریقِ کار

"فرمایا:مدینہ منورہ میں علوم دینیہ کا کوئی مدرسہ بھی نہ تھا اگر ہوتا تو بھی وہ (مدینہ والے) اس کے باقاعدہ طالبِ علم نہیں بن سکتے تھے اور دین کی ضرورت،مسائل واحکام اور مسائل کے علم سے بے بہرہ نہیں تھے،یہ علم ان کے پاس کہاں سے آیا؟! محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرکت وحضوری پر،زیادہ جاننے والوں کے پاس بیٹھنے اور اہلِ دین کی صحبت واختلاط اور ان کی حرکات وسکنات کو بغور دیکھنے،سفروں اور جہاد میں رفاقت اور بروقت اور برموقعہ احکام معلوم کرنے اور دینی ماحول میں رہنے سے،اس میں شبہ نہیں کہ اس درجہ اور معیار کی بات آج حاصل نہیں ہوسکتی ،لیکن اس سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی کچھ نہ کچھ صورت انہی راستوں سے آج بھی پیدا کی جاسکتی ہے"۔

(مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت،ص:۱۰۶،مکتبہ دینیات)

جملہ اہلِ علم کی ذمہ داری

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

"عموماً اہلِ علم کی ساری جماعتوں سے یہ بھی عرض ہے کہ اِن متعین اوقات کے علاوہ دوسرے عام اوقات میں اپنی اپنی جگہ خاص و عام میں تبلیغ سے غافل نہ رہیں"۔ (تجدید تعلیم وتبلیغ،ص:۱۹۳)

موجودہ دور کے خوفناک حالات اوران سے خلاصی کی راہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ ہی ایک انتہائی اہم مضمون میں رقم طراز ہیں کہ:

"عذاب بصورتِ نفاق کی تعبیر صوبائی عصبیت ،گروہی مفادات کا وہ طوفان ہے؛ جو ملک کے درودیوار سے ٹکرا رہا ہے،جس میں علماء،صلحاء اور عوام وحکام سب بہے جارہے ہیں؛اور جسے برپا کرنے میں اوپر سے نیچے تک تمام عناصر اپنی پوری قوتیں صرَف کررہے ہیں،پورا ملک آتش فشاں کی مُہیب لہروں کی لپیٹ میں ہے،جس پر توبہ، استغفار،تضرع وابتہال اور دعوت اِلی اللہ کے ذریعے آج تو قابو پایا جا سکتا ہے،مگر کچھ دن بعد یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی اور پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا حالات ہوں گے؟! کون رہے گا؟! اور کس کی حکومت ہوگی؟! اور انسان محکوموں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔اللہ تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں اور پوری اُمت کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه صفوة البرية سيدنا محمد و علی اله و أصحابه و أتباعه أجمعين۔" (بصائر وعبر،حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کا سبق آموز پیغام،ص:۱۵)

بقیہ: بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا ادب

☆ جن کی نعت کا ایک مصرع حضرت داؤدؑ کا نغمہ بنا۔
☆ جن کی عفت کا کرشمہ عصمت یحییٰؑ کا جلوہ بنا۔
☆ جن کے دفتر حکمت کی ایک سطر حضرت لقمانؑ کو نصیب ہوئی۔
☆ جنکی رفعت وبلندی کی ایک جھلک حضرت عیسیٰؑ کو نصیب ہوئی۔
☆ جن کا وجود مسعود دعائے خلیل اور نوید مسیحا۔
☆ جن کی آمد کی برکت سے لشکر ابرہہ "کعصف ماکول" بنا۔
☆ جن کی ولادت باسعادت سے فارس کے آتش کدہ بجھے۔
☆ جن کی زبان فیض ترجمان سے گہوارے میں اللہ اکبر کے الفاظ صادر ہوئے۔
☆ جن کو بعثت سے قبل ہی صادق امین کا لقب ملا۔
☆ جن کی انگشت مبارک کے اشارے پر چاند دولخت ہوا۔
☆ جن کی رسالت کی گواہی جمادات نے بھی دی۔
☆ جن کے حصے میں معراج کی عظمت آئی۔
☆ جن کے دراقدس کے خاک نشین صدیق اکبرؓ بنے۔
☆ جن کے خرمن ایمان کے ریزہ چین فاروق اعظمؓ بنے۔
☆ جن کی حیا کی کرن سے عثمان ذی النورین بنے۔
☆ جن کے بحرعلم کی چھینٹوں سے علی المرتضی باب العلم بنے۔
☆ جن کے شہر کو ربّ کائنات نے "بلد امین" کہا۔
☆ جن پر نازل ہونے والی کتاب کو "کتاب مبین" کہا۔
☆ جن پر ربّ کریم اور اُن کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔
☆ جن کی اُمت کو خیر الامم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
☆ اس خاصہ خاصان رسل (ﷺ) کے آداب بجالانے کی تاکید کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا،خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا (تاکہ اے مسلمانو!) تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور ان کا ادب کرو)۔

مثال : ادب نبوی (ﷺ) سے متعلق قرآن مجید میں کئی مثالیں موجود ہیں: "اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ہی ان سے بلند آواز میں گفتگو کیا کرو۔ (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ:"یعنی نبی کریم (ﷺ) کی مجلس میں شور نہ کیا کرو،جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف چہک کر یا ترخ کر بات کرتے ہو۔ نبی اکرم (ﷺ) کے ساتھ یہ طریقہ خلاف ادب ہے۔آپ (ﷺ) سے خطاب کرو تو نرم آواز سے، تعظیم میں ،اکرام کے لہجہ میں، ادب وشائستگی کے ساتھ۔ دیکھو! ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے،لائق شاگرد اپنے استاد سے،مخلص مرید پیرومرشد سے اور ایک سپاہی ایک افسر سے کس طرح بات کرتا ہے ۔ پیغمبر (ﷺ) کا مرتبہ تو ان سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپ (ﷺ) سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہئے کہ مبادا بے ادبی ہو جائے اور آپ (ﷺ) کو تکدر پیش آئے حضور (ﷺ) کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ایسی صورت میں تمام اعمال ضائع ہونے اور ساری محنت اکارت جانے کا خدشہ ہے"۔مسند بزار میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا:"یارسول اللہ (ﷺ) اللہ کی قسم اب تو میں آپ (ﷺ) سے اس طرح سے باتیں کرونگا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے"۔